العلم والعلماء

مفتی محمد رفیق حسنی

تعریف :

علم کا لغوی معنی جاننا ہے۔ اور اہل کلام کے نزدیک ممکنات کا علم اس نورانی صفت کا نام ہے، جس کی وجہ سے معلوم اس آدمی کے لئے منکشف ہو جاتا ہے، جس کے ساتھ وہ صفت قائم ہوتی ہے۔ چنانچہ شرح عقائد میں ہے:

"العلم هو صفة يتجلى بها المذكور لمن قامت هي به"

یعنی "علم وہ صفت ہے جس کی وجہ سے معلوم اس شخص کے لئے منکشف ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ صفت قائم ہوتی ہے۔"

لہٰذا علم ایک ایسا نور ہے جس سے صاحب علم کے لئے معلوم روشن ہو جائے۔

● علم اگر چہ دیگر چھ صفتوں حیات، قدرت، کلام، ارادہ، سمع اور بصر کی طرح نفس کی ایک صفت ہے، مگر کسب اور محنت سے حاصل ہونے کی وجہ سے اسے عمل کہنا اور سمجھنا بھی صحیح ہے۔ کیونکہ ہر وہ امر جو کسب اور محنت سے حاصل ہو عمل ہوتا ہے۔ (احیاء)

● چنانچہ حدیث شریف میں ہے، جبرائیل علیہ السلام سے جناب رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا، **"ای العمل افضل"** (کون سا عمل افضل ہے؟)۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، **"العلم"**۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا، **"ثــم ای"** (پھر کون سا عمل؟) جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، **"رؤية العــالم"** (یعنی عالم کا دیکھنا)۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا، اس کے بعد؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، **"زيارة العالم"** (یعنی عالم کی زیارت) (تفسیر کبیر)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم بھی ایک عمل ہے اور سب سے افضل عمل ہے۔ پھر علم، بمعنی ما بہ الانکشاف یعنی وہ صفت جس سے کشف اور ادراک ہوتا ہے، کی دو قسمیں ہیں:

حضوری اور حصولی۔ علم حضوری سے مراد وہ علم ہے جس میں صورت کا واسطہ نہ ہو اور علم

☆ صاحبین: فقہ میں صاحبین سے مراد امام ابو یوسف و امام محمد ہیں۔ (رحمہما اللہ تعالیٰ)

حصولی سے مراد وہ علم ہے جس میں نورانی صورت کا واسطہ ہو۔مثلاً اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات اور صفات اور ساری کائنات کا علم صورت کے واسطہ کے بغیر ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ کے تینوں علم اپنی ذات اور اپنی صفات اور دیگر معلومات کے حضوری ہیں اور اللہ تعالیٰ قدیم ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کا علم حضوری قدیم ہے۔اور تحقیقی قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کا عین ہے۔ اور انسان اور جن اور ملائکہ اور دیگر ادراک رکھنے والی مخلوق کو اپنی ذوات اور صفاتِ ذاتیہ کا علم حضوری ہے کیونکہ اس علم میں صورت کا واسطہ نہیں ہے، لیکن انسانوں اور جنات اور ملائکہ کو اپنی ذوات اور صفات کے علاوہ دیگر اشیاء کا علم حصولی ہے۔ کیونکہ یہ علم صورت کے واسطہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر چہ معلومات ،ادراک کنندہ کے سامنے ہوں اور حواس خمسہ کے ادراکات ہوں، تو بھی معلوم کی صورت ذہن میں حاصل ہوتی ہے، جس سے ادراک اور کشف ہو جاتا ہے۔اور انسان اور ملائکہ حادث ہیں اس لئے انسان اور ملائکہ کا علم حضوری اور حصولی دونوں حادث ہیں اور دونوں سے پہلے عدم ہے۔

● پھر علم حصولی کے بنیادی اقسام دو ہی ہیں: ایک تصور اور دوسرا تصدیق۔

پھر تصور کے آٹھ اقسام ہیں: (۱) امر واحد کا تصور، جیسے زید کا تصور۔(۲) متعدد امور کا بغیر نسبت کے تصور، جیسے زید اور عمر کا تصور۔(۳) امور متعددہ میں نسبت ناقصہ کا تصور، جیسے غلام زید۔ (۴) اور متعدد امور میں نسبت تامۂ انشائیہ کا تصور، جیسے اضرب کا تصور۔ان چار قسموں کا مستقل نام نہیں ہے۔(۵) اور امور متعددہ میں نسبت تامہ خبریہ کا تصور، جن کی طرف التفات اور توجہ نہ ہو، تخییل ہے۔ (۶) اور اس نسبت کا تصور جس کی طرف التفات تو ہے مگر حالت انکاری پیدا ہوگئی تو اس نسبت کے تصور کا نام تکذیب ہے۔(۷) وہ نسبت خبریہ جس کے ادراک میں تکذیب نہ ہو، لیکن نسبت کی دونوں جانبیں برابر ہوں، اس نسبت کا تصور شک ہے۔ (۸) اگر نسبت کی دونوں جانبیں برابر نہ ہوں، ایک راجح اور دوسری مرجوح ہو تو نسبت مرجوحہ کی جانب کا ادراک وہم ہے۔

نسبتِ راجحہ کا وہ ادراک جس کی مخالف جانب کا احتمال موجود ہو وہ تصدیق کی پہلی قسم ظن ہے۔

اور نسبتِ راجحہ کا وہ ادراک جس کی جانب مخالف نہیں ہے وہ جزم ہے۔

پھر جزم نفس الامر کے مطابق ہے یا نہیں، اگر مطابق نہیں ہے اور تشکیک کی وجہ سے زائل ہو سکتا ہے تو وہ جزم تقلید خطی ہے اور اگر مشکک کی تشکیک سے زائل نہیں ہو سکتا تو وہ جزم جہل مرکب

☆ طرفین: فقہ میں طرفین سے مراد امام ابوحنیفہ وامام محمد ہیں۔ (رحمہما اللہ تعالیٰ) ☆

ہے۔ مثلاً کسی کا عقیدہ ہے کہ زید ولی اور صالح آدمی ہے، اور یہ عقیدہ نفس الامر کے مطابق نہیں ہے، لیکن شک ڈالنے کی وجہ سے یہ عقیدہ زائل ہوسکتا ہے تو یہ تصدیق کی دوسری قسم تقلید مخطی ہے، اور اگر عقیدہ والا شخص جاہل ہے، تشکیک سے اس کا غیر واقع جزم اور عقیدہ زائل نہیں ہوسکتا، تو اس کا ادراک تصدیق کی تیسری قسم جہل مرکب ہے اور اگر جزم نفس الامر اور واقع کے مطابق ہے، تو پھر تشکیک سے زائل ہوسکتا ہے تو یہ جزم تصدیق کی چوتھی قسم تقلید مصیب ہے۔ اور اگر تشکیک سے زائل نہیں ہوسکتا تو اس جزم کا نام یقین ہے۔ پھر یقین کے حصول میں اگر حس اور مشاہدہ اور تجربہ کو دخل نہیں ہے تو یہ تصدیق کی پانچویں قسم علم الیقین ہے۔ اور اگر یقین کے حصول میں صرف حس یا مشاہدہ کو دخل ہے تو یہ تصدیق کی چھٹی قسم عین الیقین ہے۔ اور اگر یقین کے حصول میں حس اور مشاہدہ کے بعد تجربہ کو بھی دخل ہے تو یہ حق الیقین ہے۔

مذکورہ تفصیل کے مطابق تصور کی آٹھ قسمیں ہیں، پہلی چار قسموں کے الگ الگ اپنے نام نہیں ہیں، جبکہ دوسری چار قسموں وہم، شک، تکذیب اور تخییل کے الگ الگ نام ہیں۔

تخییل کی مثال: مثلاً ٹریفک پولیس والے آدمی، جس کی توجہ گاڑیوں کی طرف ہے، اسے کہا جائے زید ذہب (زید چلا گیا ہے) تو پولیس والے آدمی کی توجہ چونکہ ٹریفک کی طرف ہے، اس لئے اس کا زید کے جانے کی طرف التفات نہیں ہوگا۔ اس نسبت کا علم تصور کی قسم ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں عقائد کے جملوں اور کلام میں اگر نسبت کی طرف توجہ نہیں ہے تو یہ بھی تصور ہوگا، تصدیق نہیں ہوگی جبکہ تصدیق ضروری ہوتی ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ والدین پر واجب ہے کہ جب اولاد عاقل ہوجائے تو ان کو کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت سکھائیں اور ان کا مفہوم سمجھائیں، تاکہ **لا الٰہ الا اللہ** اور **محمد رسول اللہ** کے دونوں جملوں میں ادراک تصور نہ رہے بلکہ تصدیق ہوجائے۔ کیونکہ ایمان تصدیق کا نام ہے، تصور ایمان نہیں ہے۔

تکذیب کی مثال بھی **محمد رسول اللہ** کے جملہ میں بیان کی جاسکتی ہے، کہ جب ابو جہل نے اس کلام کو سنا اور اس میں اس کی نسبت کی طرف توجہ ہوئی تو اس کے ذہن میں انکار پیدا ہوگیا۔ لہٰذا ابوجہل کو اس کلام کا تصور تو تھا، تصدیق نہ تھی۔

اور شک کی مثال کسی بھی نسبت میں تردّد سے بیان کی جاسکتی ہے اور وہم کی مثال، مثلاً زید ذہب میں زید کے ذہن میں نسبت سلبی مرجوح ہو تو اس کا ادراک اور علم تصور ہوگا۔ اور نسبت ایجابی کا ادراک تصدیق اور ظن ہوگا۔

☆ حجر: بچپن یا غلامی یا جنون کی وجہ سے قولی تصرف سے منع کرنا ☆

اور تصدیق کے سات قسم ہیں۔ (۱) ظن۔(۲) تقلید مخطی۔ (۳) جہل مرکب۔ (۴) تقلید مصیب۔ (۵) علم الیقین۔ (۶) عین الیقین۔ (۷) حق الیقین۔

● استاذ العلماء سیدی استاذی عطاء محمد بندیالوی نور اللہ مرقدہ طلباء کو دورانِ تدریس یقین کی مذکورہ تین اقسام کی یہ مثال دیا کرتے تھے۔ مثلاً کسی شخص نے دوسرے آدمی کو خبر دی کہ فُلاں جگہ آگ لگی ہوئی ہے اور آدمی نے دُور سے دیکھا تو دُور سے صرف دُھواں نظر آ رہا تھا، ناظر کو خبر سے آگ کے وجود کا علم الیقین حاصل ہو جائے گا، کیونکہ دھواں آگ کی دلیل ہے اور دلائل سے حاصل ہونے والا علم، علم الیقین ہوتا ہے۔ پھر اس شخص نے جا کر آنکھوں سے آگ کو دیکھا تو اب اس کو عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔ پھر اسی شخص کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس کا جسم جھلس گیا تو اب اس شخص کو موجود آگ کا حق الیقین حاصل ہو جائے گا۔

● اسی مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ سے قرآن مجید میں اطمینان قلب سوال کرنے کی وجہ سمجھاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ مجھے دِکھا دے کہ تُو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اَوَلَمْ تُؤْمِنْ؟" کیا اس پر تیرا ایمان نہیں ہے؟۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا، کیوں نہیں میرا ایمان ہے کہ تو مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے، لیکن اطمینانِ قلب چاہتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، چار پرندے پکڑو، ذبح کر کے ان کا گوشت قیمہ کر کے مکس کرو اور پہاڑ کی چوٹی پر رکھو، اور ہر پرندہ کو بلاؤ، ہر پرندہ زندہ ہو کر دوڑتا ہوا آئے گا۔ فرمایا "ثم ادعُهن یاتینک سَعیاً" پھر اُن کو بلاؤ، آئیں گے تمہارے پاس دوڑتے ہوئے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا اور ویسا ہی ہوا۔ احیاءِ موتی پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے علم الیقین تو تھا، کیونکہ احیاءِ موتیٰ کی قدرت پر یقین ایمان ہے اگر یقین نہیں تو یہ کفر ہے، اس لئے آپؑ کو یقین تو تھا لیکن آپؑ نے عین الیقین حاصل کرنے کے لئے عرض کیا تھا کہ "لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ" اور اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو زندہ کر کے عین الیقین عطا فرما دیا۔

پھر سب تصدیقات اور آخر چار تصورات جن میں نسبت ہوتی ہے، کے گیارہ اقسام ایجابی ہوں گے یا سلبی، تو کُل بائیس قسم ہوئے اور چار پہلے تصورات کو ملائیں تو علم کی کُل چھبیس قسم ہوئیں،

☆ بیع باطل: جو بیع نہ اصل کے اعتبار سے جائز ہو اور نہ ہی وصف کے اعتبار سے ☆

پھر چھبیس قسمیں بدیہی یا نظری ہوں گی، اس طرح کُل باون (۵۲) اقسام ہوئیں۔ (از افادات استاذ العلماء بندیالویؒ)

بدیہی، جن میں نظر وفکر کی ضرورت نہیں ہوتی اور نظری جو نظر اور فکر کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ (کتب منطق)

علماء کی اقسام:

ہر وہ شخص جس کو دینی علوم حاصل ہوں، عالم کہلاتا ہے۔ پھر علماء کی دو قسمیں ہیں، ایک علماء حق، اور دوسرے علماء سُوٗ۔ علماء سوٗ سے مراد وہ علماء ہیں جو دینی علوم قرآن، حدیث اور فقہ کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں اور بدکردار ہوں۔ پھر علماء سوٗ کی متعدد قسمیں ہیں۔

● علماء سوٗ کی پہلی قسم جو کہ اُن علماء سوٗ کا بدترین فرقہ کہلاتا ہے، وہ علماء ہیں جو باطل عقائد رکھتے ہوں اور لوگوں کو عقائد باطلہ کی دعوت دیں۔ اور قرآن وحدیث کی غلط تاویلات اس لئے کریں تاکہ قرآن وحدیث کے ذریعہ دنیا حاصل کریں۔ جس طرح آج موجودہ دَور میں گستاخانِ رسول ﷺ اور گستاخانِ صحابۂ کرامؓ اور منکرین حدیث پرویزی علماء وغیرہم ہیں۔ ان میں سے اکثر علماء ایمان سے خارج ہوتے ہیں اور دعوت اور تبلیغ میں شدت اور فساد کرانے کی وجہ سے علماء مفسدین بھی کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے پناہ عطا فرمائے۔

● علماء سوٗ کی دوسری قسم ان علماء کی ہے جو الحمد اللہ عقائد حقہ اہلسنت والجماعت کے حامل ہوتے ہیں مگر بداخلاق اور بدعملی اور بدکردار ہونے کی وجہ سے اس فرقہ کے علماء، علماء سوٗ کہلاتے ہیں۔ ترکِ صلوٰۃ اور ترکِ صوم اور ترکِ زکوٰۃ کے علاوہ بے شمار منہیات کے ارتکاب میں شہرت رکھتے ہیں۔ پھر ان علماء اہلسنت میں وہ علماء زیادہ ضرر رساں ہوتے ہیں جو شرارتی اور فساد پسند ہوتے ہیں اور قصداً شرارت اور فساد کراکے گروپ بندی میں لگے رہتے ہیں۔ **اعاذنا اللّٰہ من شرورھم۔**

● وہ علماء حقہ جو دینی علوم کے مطابق عمل کرکے ان علوم کو آخرت کے لئے ذریعہ بناتے ہیں ایسے علماء کے بھی دو گروہ ہوتے ہیں۔ ایک علماء شریعت اور دوسرے علماء طریقت۔ ان دونوں قسم کے علماء کی ایک ہی ڈیوٹی ہوتی ہے کہ لوگوں کو دین متین کی تبلیغ کریں۔ لیکن ہر ایک گروپ کی تبلیغ اور ہدایت کرنے کا طریقہ کار مختلف ہوتا ہے۔ مگر اجر اور ثواب میں دونوں برابر ہوتے ہیں۔ بلکہ علماء شریعت کو

ثواب زیادہ ملے گا۔

● علماء طریقت کو زندگی میں فقراء اور صوفی اور وفات کے بعد اولیاء اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ علماء طریقت عموماً اپنے آستانوں پر بیٹھ کر لوگوں کو دین کی تبلیغ کرتے ہیں اور لوگوں کو مختلف طریقوں سے گناہوں سے باز رکھنے اور مذموم صفات سے تزکیہ اور نجات دلانے کے لئے ریاضتیں اور روحانی اوراد اور وظائف بتاتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کے روحانی نائب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو روحانی کشف اور کرامتوں کے اظہار کی قدرت بھی عطا فرماتا ہے، جس کے ذریعہ لوگوں تک اپنا پیغام پہنچانے میں آسانی ہوتی ہے۔ یہ لوگ شرعی احکام کے سخت پابند ہوتے ہیں۔ ان کو علماء آخرت بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ ان کا ہر عمل آخرت کے لئے ہوتا ہے۔ یہ لوگ تدریس و تعلیم اور تبلیغ اور افتاء اور قضاء وغیرہا کے مروجہ طریقوں سے اجتناب کرتے ہیں۔

● اور علماء شریعت وعظ و نصیحت کے علاوہ تدریس و تعلیم اور افتاء اور قضاء اور امامت اور خطابت کے ذریعہ دین کی خدمت کرتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے علماء شریعت سے ظاہری دین کی خدمت لینا ہوتی ہے، اس لئے ان کے ہاتھوں پر کرامتوں کا ظہور اور کشف قلوب اور کشف قبور جیسے امور کا ظہور نہیں ہوتا۔ اگر ان علماء کے ہاتھوں پر بھی کرامتوں کا ظہور ہونے لگے تو وہ تدریس تعلیم اور مجالس میں وعظ و نصیحت اور امامت اور خطابت اور قضاء اور امارت چھوڑ دیں، ظاہر شریعت کا کام بند ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے ایسے لوگوں کو پڑھنے اور پڑھانے کے اعمال میں لگا دیتا ہے لیکن ثواب اور مرتبہ میں علماء شریعت، علماء طریقت سے کم نہیں ہوتے۔ مثلاً سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مرتبہ اور ثواب سیّدی حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر الگیلانیؒ سے کم نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا استاذیم عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ اجر اور ثواب اور مرتبہ میں اپنے دور کے علماء طریقت سیال شریف اور سواگ شریف اور تونسہ شریف کے بزرگوں سے کم نہیں تھے۔ کیونکہ علماء شریعت بھی انبیاء عظام علیہم السلام کے نائب ہوتے ہیں اور انبیاء کی شریعت کے امین اور مبلغ ہوتے ہیں۔ بلکہ قرآن و حدیث میں علماء شریعت ہی کی فضیلت کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ حضرات انبیاء عظام علیہم السلام کی وراثت علم ظاہر اور علم باطن دونوں ہوتے ہیں جن کے امین علماء شریعت اور علماء طریقت ہوتے ہیں۔ اس لئے ان میں فرق کرنا اور علماء شریعت کو کم درجہ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔

● حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں، طریقت شریعت کے تابع ہے، کیونکہ شریعت

☆ بیع مقائیضہ یہ ہے کہ: سامان کے بدلے سامان کی بیع ہو ☆

جب ملکہ او رعادت بن جائے تو طریقت کہلاتی ہے۔ پختہ اور مضبوط شریعت ہی طریقت ہے۔ طریقت شریعت سے الگ نہیں ہے۔ اور جو طریقت شریعت کے تابع نہیں، وہ زندیقیت ہے۔آپ نے فرمایا:

''ظاہر را بظاہر شریعت و باطن را بباطن شریعت کہ عبارت از حقیقت است۔ متحلّی ومتزین دارند چہ حقیقت و طریقت عبارت از حقیقت شریعت است وطریقت آں حقیقت نہ آنکہ شریعت امر دیگر است وطریقت وحقیقت امر دیگر آں الحاد وزندقہ است۔'' (ص:۲/۳۰۔مکتوب:۵۷)

(ترجمہ)''علماء ظاہر کو شریعت کے ظاہر کے ساتھ اور باطن کو شریعت کے باطن کے ساتھ، جبکہ شریعت کا باطن ہی حقیقت سے عبارت ہے، سے متزین اور خوبصورت رکھتے ہیں۔ کیونکہ طریقت اور حقیقت،شریعت کی حقیقت سے عبارت ہے اور شریعت کی حقیقت ہی طریقت ہے نہ یہ کہ شریعت الگ امر ہے اور طریقت اور حقیقت الگ امر۔کیونکہ یہ فرق کرنا الحاد اور زندیقیت ہے۔''

● ایک جگہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''طریقت وشریعت عین یکدیگراند سرموئے از مخالفت درمیان ایشاں واقع نیست فرق اجمال وتفصیل است واستدلال وکشف ہر چہ مخالف شریعت است مردود است کل حقیقۃ ردّتہ الشریعت فہو زندقہ۔''(ص:۲/۹۔مکتوب:۴۳)

''طریقت اور شریعت ایک دوسرے کا عین ہیں، بال کے سر برابر بھی ان میں مخالفت واقع نہیں۔فرق صرف اجمال اور تفصیل اور استدلال اور کشف کا ہے۔ (یعنی شریعت اجمال اور استدلال ہے اور طریقت تفصیل اور کشف ہے) ہر وہ چیز جو شریعت کے مخالف ہے مردود ہے اور ہر حقیقت جس کو شریعت ردّ کرے پس زندقہ اور بے دینی ہے۔''

● حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''درمیان علماء وایں بزرگواراں ہمیں قدر تفاوت است کہ علماء استدلالاً وعلماً میدانند و ایشاں کشفا وذوقاے یابند وایں دلیل علی صحت حالہم ادل من ہذہ المطابقۃ۔''

(ص:۱/۲۹۔مکتوبات:۱۳۔ درالمعرفت)

(ترجمہ) ''علماء اور ان بزرگوں (صوفیاء) کے درمیان اسی قدر فرق ہے کہ علماء استدلال اور علم سے معلومات جانتے ہیں اور صوفیاء ان کو کشف اور ذوق سے پا لیتے ہیں۔ اور صوفیاء کے حال کی صحت پر کون سی دلیل دونوں کی مطابقت سے زیادہ دلالت کرنے والی ہے۔''

● حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ومحبت بعلماء وطلباءِ علوم بسیار پیدا شدہ است روش ایشاں خوش مے آید و آرزو دارد کہ درجرگہ اینہا باشد وتلویح را از مقدمات اربعہ بطالب علمی مباحثہ مے کند و ہدایہ فقہ نیز مذکور مے شود۔'' (ص:۱/۱۷۱۔مکتوب:۸)

(ترجمہ) ''علماء اور طالب علموں کی محبت مجھے بہت ہو رہی ہے، ان کی روش اور طریقہ اچھا لگ رہا ہے۔ بندہ آرزو رکھتا ہے کہ ان کی جماعت میں شامل ہو جائے اور توضیح تلویح (اصول فقہ کی کتاب) سے مقدمات اربعہ کا کسی طالب علم کے ساتھ مباحثہ کرے اور فقہ کی معتبر کتاب ہدایہ بھی دوبارہ مذکور ہو جائے۔''

● میرے نزدیک حضرت مجدد علیہ الرحمۃ ہی صحیح صوفی اور صحیح عالم ہیں۔ آپ میں علم اور عمل اور صوفی ہونا اور عالم ہونا متوازن ہے۔ ورنہ بعض صوفیاء علماء شریعت پر تنقید کرتے ہیں اور انہیں حقیر سمجھتے ہیں اور بعض علماء صوفیاء کو جاہل اور متکبر سمجھتے ہیں۔ دونوں کا رویہ صحیح نہیں ہے۔

لہٰذا علماء شریعت اور علماء طریقت میں فرق صرف حالت تلوین اور تمکین اور حال اور مقام کا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں، ''اصل تو شریعت ہی ہے اور قیامت میں شریعت ہی کا سوال ہوگا، طریقت کا نہیں ہوگا۔''

حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات سے معلوم ہوا کہ علماء حقہ کے دونوں گروہ علماء شریعت اور علماء طریقت، علماء آخرت اور اولیاء اللہ ہیں۔ اگر علماء شریعت تدریس اور افتاء اور امامت اور قضاء ،آخرت اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں، دنیا کے حصول کے لئے نہیں کرتے تو وہ بھی علماء آخرت ہیں۔ اور وہ علماء اور صوفیاء جن کا مقصد دنیا حاصل کرنا ہو، طریقت کے لباس میں کریں یا شریعت کے لباس میں کریں، وہ علماء اور صوفیاء علماء دنیا اور علماء سُو ہیں۔ طریقت کا لباس پہننے والے بھی صوفیاء سُو ہو سکتے ہیں۔ جس طرح شریعت کا لباس پہننے والے علماء سُو ہو سکتے

ہیں ۔لہٰذا موجودہ دور کے بعض مشائخ کا علماء شریعت کو حقیر جاننا مناسب نہیں ہے۔ایک متقی اور پرہیز گار عالم جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہزاروں لوگوں کو زندگی بھر نماز پڑھاتا ہے مگر اس کے ہاتھ سے کسی کرامت کا ظہور نہیں ہوتا، وہ اس عالم اور صوفی سے ثواب اور مرتبہ میں کم نہیں ہے جو صاحب کرامات تو ہے لیکن اس نے کبھی امامت اور خطابت نہیں فرمائی۔اسی طرح وہ متقی عالم جو ساری زندگی قرآن و حدیث اور فقہ یا علوم دینیہ کے مبادی اپنی آخرت اور رضائے الٰہی کے لئے پڑھاتا ہے وہ اصحاب کرامت اولیاء سے کم نہیں ہے۔ بلکہ وہ بھی ولی ہے۔ اسی وجہ سے میں اپنے درج ذیل استاذوں کو اولیاء کرام کے مرتبہ سے کم نہیں سمجھتا۔ میں نے جن علماء کے حضور زانوئے تلمذ بچھائے، وہ یہ ہیں۔مثلاً :

(۱)حضرت مولانا استاذیم شیخ محمد موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مقیم واڑہ سیٹھراں از مضافات کروڑ لعل عیسیٰ ۔ (۲) حضرت مولانا استاذیم فیض محمد صاحب گجوی رحمۃ اللہ علیہ، بھکر۔ (۳) حضرت مولانا استاذیم عطاء محمد صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴) حضرت مولانا استاذیم محمد عبدالعزیز صاحب زید لطفہٗ، مدرس انوار العلوم ،ملتان ۔(۵) حضرت مولانا استاذیم عبدالحکیم صاحب زید مجدہٗ۔ مدرس انوار العلوم، ملتان ۔(۶) حضرت مولانا استاذیم غلام محمد صاحب زید تقواہٗ۔ مدرس قادریہ رضویہ، فیصل آباد (۷) حضرت مولانا استاذیم محمد اشرف صاحب سیالوی، زید مجدہٗ۔ سرگودھا۔

ہماری بدنصیبی ہے کہ بعض صوفیاء علماء شریعت کو نہایت کم مرتبہ اور علماء سوٗ سمجھتے ہیں اور بعض عوام کے ذہن میں بھی یہی بات ہے کہ اولیاء صرف صوفیاء ہی ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

● چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہمچنانکہ خلاصی خلائق وابستہ بوجود علماء است خسران عالم نیز بایشاں مربوط است بہترین علماء بہترین عالم است و بدترین ایشاں بدترین خلائق۔ ہدایت و اضلال را بایشاں مربوط ساختہ اند۔'' (ص:۲/۲۶۔مکتوب:۵۳)

(ترجمہ) ''چنانچہ مخلوق کی نجات علماء کے وجود کے ساتھ وابستہ ہے اور مخلوق کا خسارہ بھی ان کے ساتھ وابستہ ہے۔ علماء میں سے بہترین عالم پورے عالَم میں بہتر ہے اور بدترین عالم بدترین مخلوق ہے۔ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا ان علماء کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔''

☆بیع فاسد: جو بیع اصل کے اعتبار سے جائز ہو لیکن وصف کے اعتبار سے جائز نہ ہو☆

● حضرت مجدد فرماتے ہیں:

''پس طریقت وحقیقت خادم شریعت اند در تکمیل جزو او کہ اخلاص است حقیقت کار ایں است اما فہم ہر کس اینجا نرسد اکثر علماء بخواب وخیال آرمیدہ اند و بجوز ومویز اکتفاء نمودہ انداز کمالات شریعت چہ دانند و بہ حقیقت طریقت وحقیقت چہ وارسند شریعت را پوست خیال مے کنند وحقیقت رامغز مے دانند نمیدانند کہ حقیقت معاملہ چیست بہ ترہات صوفیہ مغرور اند و بہ احوال ومقامات مفتون ھداھم اللّٰہ سواء الطریق و السلام علینا و علی عباد اللّٰہ الصالحین۔'' (ص:۱/۱۰۴۔مکتوب:۴۰)

(ترجمہ) ''پس طریقت اور حقیقت شریعت کی تیسری جزء اخلاص کے حصول اور تکمیل میں شریعت کیلئے خادم ہیں۔ حقیقت یہی ہے لیکن ہر شخص کا فہم اس جگہ نہیں پہنچتا۔ اکثر علماء خواب اور خیال میں رہتے ہیں اور اخروٹ اور کشمش پر اکتفاء کرتے ہیں۔ شریعت کے کمالات وہ کیا جانیں اور طریقت اور حقیقت کی حقیقت کیا ہے وہ کیا جانیں؟ شریعت کو پوست اور چھلکا خیال کرتے ہیں اور حقیقت کو مغز جانتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ درحقیقت معاملہ کیا ہے۔ صوفیہ غیر حقیقی جاہلانہ باتوں میں مغرور ہیں۔ اور احوال اور مقامات کی اصطلاحوں میں مفتون ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے اور سلام ہو ہمارے اوپر اور اللہ تعالیٰ کے صالحین عباد پر۔''

● ایک جگہ فرماتے ہیں:

''باطن متمم ظاہر است ومکمل آں سر موی بایکدیگر مخالفت ندارد مثلاً دروغ بزبان ناگفتن شریعت است و از دل نفی خاطر کذب نمودن طریقت وحقیقت است اگر ایں نفی بتکلف وتعمل است طریقت است و اگر بے تکلف میسر است حقیقت پس فی الحقیقت باطن کہ طریقت وحقیقت است متمم ومکمل ظاہر آمد کہ شریعت است۔'' (مکتوب:۴۱، دفتر، اوّل، حصہ دوم)

(ترجمہ) ''باطن ظاہر کیلئے متمم اور مکمل ہے بال کے سر کے برابر بھی باطن اور ظاہر ایک دوسرے کے مخالفت نہیں رکھتے مثلاً زبان کے ساتھ جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے جھوٹ کے خطرہ کی نفی کرنا طریقت اور حقیقت ہے۔ اگر یہ نفی تکلف اور

☆اقرار: عاقل وبالغ کا غیر کا حق اپنے اوپر ثابت ہونے کی خبر دینا اقرار ہے☆

تحمل کے ساتھ ہے تو یہ طریقت ہے اور اگر بغیر تکلف میسر ہے تو یہ حقیقت ہے۔ پس حقیقت میں باطن جو کہ طریقت اور حقیقت ہے ظاہر کی تکمیل اور تتمیم کے لئے ہے اور ظاہر شریعت ہے۔''

● حیرت ہے کہ بعض صوفیاء کرام حقیقت اور طریقت اور معرفت کی غلط تشریح اور تبیین سے لوگوں کو گمراہ کراتے ہیں۔ یہ کہ شریعت نعوذ باللہ ایک چھلکے کی طرح ہے اور طریقت اور حقیقت مغز ہے۔ اور شریعت اور طریقت میں تباین ہے لہٰذا یہ جاہل صوفی علماء شریعت کی تحقیر اور تذلیل بھی کرتے ہیں۔ ایک سرائیکی واعظ فرمایا کرتے تھے،'ملا نہ کہیں کار دے۔ شیوے نہ جانڑ یار دے۔ ڈھیئے کنڈ دے بھر ونج تھہہ دڑین۔' یعنی علماء شریعت کسی کام کے نہیں انہیں محبوب کے طریقوں اور نازوں اور نخروں کا علم نہیں ہوتا۔ پشت پر دبک ہوکر گر جاتے ہیں اور راستہ سے بھٹک جاتے ہیں۔

قارئین! صوفیوں کی غلط فہمیوں کا اندازہ کریں۔ حالانکہ شریعت اصل ہے اور اصطلاحی طریقت اور حقیقت شریعت کے بعد اور اس کے تابع ہیں۔ اگر شریعت کی نفی فرض کر لی جائے تو طریقت اور حقیقت کا وجود کہاں ہوگا۔ اسی لئے حضرت مجدد نے جہلاء صوفیاء کا ردّ فرمایا کہ شریعت اور طریقت اور حقیقت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور کل قیامت کے دن شریعت کے متعلق پوچھا جائے گا طریقت سے نہیں پوچھا جائے گا۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام شریعت کے احکام کی تبلیغ کے لئے تشریف لائے اور شریعت کے احکام پر عمل کرنے کی تبلیغ فرمائی۔ لہٰذا علم اور عمل دونوں شریعت ہیں۔

معلوم ہوا علماء شریعت بھی اولیاء اللہ ہوئے ہیں مگر حکمت کے تحت عوام کو اُن سے دور رکھا جاتا ہے تاکہ مدارس میں بیٹھ کر یہ علماء افتاء، تصنیف اور تدریس کر سکیں اور مجالس اور اجتماعات میں وعظ ونصیحت اور مساجد میں امامت اور خطابت کر سکیں۔ اور حکومتی عہدوں پر فائز ہو کر قضاء اور شرعی فیصلوں سے لوگوں تک انصاف پہنچا سکیں۔ چنانچہ امام محمدؒ نے حلال اور حرام کے دو لاکھ مسئلے تحریر فرمائے اور امام ابو یوسفؒ نے قضاء کے منصب پر ہزاروں شرعی فیصلے کئے۔ اگر امام محمدؒ فقہ کی تصنیف نہ فرماتے اور امام ابو یوسفؒ قضاء کا منصب قبول نہ کرتے تو عوام اور خواص کے مسائل حل نہ ہو پاتے۔ امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ بحمدہٖ تعالیٰ اولیاء اللہ میں سے تھے۔ بلکہ علماء شریعت اس لحاظ سے بعض صادق صوفیوں سے بھی درجات میں بلند نظر آتے ہیں، جو خود کو صوفیوں سے مرتبہ میں کم تر سمجھتے ہیں جبکہ صوفی خود کو علماء سے بہتر سمجھتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ علماء شریعت تو صوفیاء کے پاس

حاضری کو شرف سمجھتے ہیں لیکن صوفیاء علماء کے پاس جانے کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ **ھداھم اللّٰہ تعالیٰ** (اللہ تعالیٰ صوفیوں کو عقل عطا فرمائے)

● حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

''در تقدیم طالب علماں بر صوفیاں ترویج شریعت است حاملان شریعت ایشانند و ملت مصطفویہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات بایشان برپا است فردائے قیامت از شریعت خواہند پرسید از تصوف نخواہند پرسید دخول جنت وتجنب از نار وابستہ بایشان شریعت است انبیاء صلوات اللہ وتسلیما علیہم کہ بہترین کائنات اند بشرائع دعوت کردہ اند ومدار نجات برآں ماندہ ومقصود از بعثت ایں اکابر تبلیغ شرائع است پس بزرگ ترین خیرات سعی در ترویج شریعت واحیاء حکمی از احکام آں علی الخصوص زمانیکہ شعائر اسلام منہدم شدہ باشند۔ کرورہا در راہ خدائی عزوجل وعلا خرچ کردن برابر آں نیست کہ مسئلہ از مسائل شریعت را رواج دادن۔'' (مکتوب: ۴۸،ص:۲۱،حصہ دوم از دفتر اوّل)

(ترجمہ) ''صوفیوں پر طالب علموں کو فضیلت میں ترجیح شریعت کی ترویج کی وجہ سے ہیں۔ شریعت کے حامل طالب علم ہیں اور ملت مصطفویہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت.و التسلیمات ان طالب علموں کی وجہ سے قائم ہے۔ کل قیامت کے روز شریعت کے متعلق سوال ہوگا، تصوف کے متعلق سوال نہیں ہوگا۔ جنت میں دخول اور جہنم سے نجات شریعت پر عمل کرنے کے ساتھ وابستہ ہے۔ انبیاء کرام صلوات اللہ وتسلیمات علیہم جو کہ ساری کائنات میں بہترین لوگ ہیں انہوں نے شریعت کی دعوت دی ہے اور نجات کا مدار اس شریعت پر ہے اور انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے مقصود شریعت کی تبلیغ ہے۔ پس بزرگ ترین خیر کا عمل شریعت کی ترویج اور شریعت کے احکام سے کسی حکم کا احیاء ہے۔ خصوصاً جس زمانہ میں اسلامی شعائر کو منہدم کردیا گیا ہو۔ کروڑوں روپے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا مسائل شریعت میں سے ایک مسئلہ کی ترویج کے برابر نہیں ہے۔''

◄ تنبیہ : علماء شریعت سے مراد وہ علماء حق ہیں جو علم دین اور آخرت کے اعمال کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بناتے اور علم کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اصحاب تقویٰ ہیں۔ جملہ منہیات سے دُور

رہتے ہیں۔ اگر ان سے گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کر لیتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کُلُّکُمْ خَطَّاؤُوْنَ وَ خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ" (ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سارے خطا کار ہو اور خطا کاروں سے بہتر وہ خطا کار ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ" (مشکواۃ باب التوبۃ) (ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس مومن آدمی سے محبت فرماتا ہے جو گناہوں کے امتحانات میں مبتلا کیا گیا ہے مگر بار بار توبہ کرنے والا ہے۔) یقیناً ایسے علماء شریعت اور علماء طریقت میں صرف طریق کار کا فرق ہے۔ ایسے علماء شریعت بہت کم ہیں مگر صاحب روح البیان فرماتے ہیں: "**کل من له حظ من علم القرآن ظاهراً او باطناً فهو وارث النبی صلی الله علیه و سلم بقدر حاله و الحاکم هو عالم امر الله لا الجاهل**" (سورۃ انعام، آیت ۱۱۶ کے تحت) (ترجمہ: ہر وہ شخص جسے قرآن کے علوم سے ایک حصہ عطا ہوا ہے قرآن کے ظاہر یا باطن سے، پس وہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے حال کے قدر کے مطابق وارث ہے اور حاکم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کا عالم ہے نہ جاہل)

پھر فرمایا: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: "**من افتی الناس بغیر علم لعنته ملائکة السماء و الارض**" (ترجمہ: جس شخص نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس پر آسمان اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔)

- حکایت: حضرت علی بلخی کی بیٹی نے اپنے باپ سے مسئلہ پوچھا کہ اگر قئی ہو جائے اور حلق تک آجائے تو وضو باقی رہتا ہے یا فاسد ہو جاتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: وضو فاسد ہو جاتا ہے۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں اے علی! حتی کہ منہ بھر قئی آئے۔ حضرت علی بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے معلوم ہوا فتاویٰ جناب رسول اللہ ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں میں نے قسم اٹھالی کہ آئندہ فتویٰ نہیں دوں گا۔ حضرت علی بلخی صوفیاء کرام سے تھے۔ علم ظاہری میں انہیں ملکہ حاصل نہیں تھا اس لئے ایک فتویٰ کے بعد انہوں نے فتویٰ نہ دینے کا عہد کر لیا۔ معلوم ہوا علم ظاہر کی اپنی ایک شان اور فضیلت ہے۔
- حکایت: امام شعبی سے ایک مسئلہ پوچھا گیا، آپ نے جواب دیا: میں نہیں جانتا۔ آپ

(فقہ المعاملات پر اپنی نوعیت کا پہلا علمی تحقیقی مجلہ آپ کے ہاتھ میں ہے)

سے کہا گیا: آپ کو شرم نہیں آتی حالانکہ آپ عراقیوں سے فقیہہ ہیں (اور آپ کہتے ہیں کہ مجھے علم نہیں ہے)۔ آپ نے جواب دیا: میں اس امر سے کیوں حیاء اور شرم کروں جس امر سے فرشتوں نے حیاء اور شرم نہیں کیا تھا اور کہہ دیا تھا "لا علم لنا الا ما علمتنا" (بقرہ:۳۲) (ترجمہ: ہمیں علم نہیں ہے مگر وہ جو تو نے عطا فرمایا)۔

صاحب روح البیان فرماتے ہیں: عوام کے لئے واجب ہے کہ وہ اپنے شہر کے بڑے عالم ظاہر سے ظاہری احکام کا فتویٰ طلب کریں اور خواص پر واجب ہے کہ وہ احوالِ باطنیہ میں عارف سے مسئلہ پوچھیں۔

عارف باللہ اگرچہ اُمی اور ان پڑھ ہوگا اور علماء کی اصطلاحات سے واقف نہیں ہوگا مگر اسے الہامی علوم حاصل ہوں گے اور ان علوم کی مدد سے باطنی احوال کے مسائل کا جواب دے سکے گا اور حق اور باطل میں امتیاز کرلے گا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو ولی نہیں بناتا۔ اگر کسی جاہل کو ولی بنانا ہوتا ہے تو پہلے اس کو علم عطا فرماتا ہے۔ (روح البیان ص:۳/۹۴، بیروت)

● اس عبارت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ علم جس کے ساتھ تقویٰ ہو وہ علم انبیاء کی وراثت ہے اور ہر عالم اپنے تقویٰ کی مقدار کی مناسبت سے انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث ہوگا۔ کم تر صاحب تقویٰ کم تر وارث ہوگا مگر وراثت کی فضیلت اسے ضرور حاصل ہوگی۔ لہٰذا کسی گنہگار عالم کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہئے۔ (رفیق حسنی)

● حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

"دین دار خود اقل قلیل اند کہ از حب جاہ و ریاست گزشتہ باشند و مطلبی غیر از ترویج شریعت و تائید ملت نداشتہ باشند۔"

● (ترجمہ) "دین دار علماء بہت قلیل ہیں جو مناصب اور حاکم بننے کی محبت سے خالی ہوں اور ترویج شریعت اور تائید ملت کے علاوہ اور کوئی مطلب نہ رکھتے ہوں۔"

● پھر اولیاء اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

"پس اولیاء اللہ ہر چہ مے کنند برائے حق میکنند جل و علا نہ برائے نفس خود چہ نفس ایشاں فدائے حق شدہ است در حصول اخلاص ایشاں را تصحیح نیت درکار نیست نیت ایشاں بفناء فی اللہ و بقاء باللہ تصحیح یافتہ است مثلاً شخصے کہ گرفتار نفس خود است ہر چہ میکند

(فقہ المعاملات کا مطالعہ کرنا، فقہی معاملات پر غور کرنا اور فقہ المعاملات پر لکھنا وقت کی ضرورت ہے)

برائے نفس خود میکند نیت کند یا نہ کند چوں ایں گرفتاری نفس زائل شود وگرفتاری حق جل وعلاء بجائے آں نشیتند ناچار ہر چہ کند برائے حق کند نیت دست دہد یا نہ دہد نیت در محتمل درکار است در متعین احتیاج بہ یقین نیست "ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم" صاحب دوام اخلاص مخلَص است بفتح لام وآنکہ دوام نہ دارد وکسب اخلاص مے نماید مخلِص است بکسر لام شتان مابینہما ونفعیکہ از طریق صوفیاء بعلم وعمل مے رسد آنست کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفی مے گردند ویسر تمام دراداۓ اعمال پیدا مے شود وکسلی کہ از جانب نفس وشیطان بود زائل گردد (ع) ایں کار دولت است کنوں تا کرا رسد۔" (ص:۲/۳۶، مکتوب:۵۹)

(ترجمہ) "پس اولیاء اللہ جو بھی کرتے ہیں وہ حق تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں اپنے نفس کے لئے نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کا نفس حق تعالیٰ پر فداء ہو چکا ہوتا ہے۔ انہیں اخلاص کے حصول کے لئے نیت کی تصحیح کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان کی نیت فنا فی اللہ اور بقاء باللہ کی وجہ سے صحیح ہونا پا چکی ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنے نفس کی گرفتاری اور قید میں ہے وہ جو عمل کرے گا اپنے نفس کے لئے کرے گا نیت کرے یا نہ کرے۔ جب یہ گرفتاری زائل ہوتی ہے اور اس کی جگہ حق جلیل اور عزیز کی گرفتاری لے لیتی ہے، تو لاچار وہ شخص جو عمل کرے گا حق کے لئے کرے گا، نیت ساتھ دے یا نہ دے۔ نیت کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جس محل میں شر کا احتمال ہو۔ متعین میں نیت کی احتیاج نہیں ہوتی۔ "یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس آدمی کے لئے چاہتا ہے اس کو عطا فرماتا ہے اور اللہ عزوجل صاحب فضل عظیم ہے۔" اخلاص کو دوام حاصل ہو تو وہ شخص مخلَص (لام کی فتح کے ساتھ) ہے اور وہ شخص جو اخلاص کا دوام نہیں رکھتا اور اخلاص حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ مخلِص (لام کی کسرہ کے ساتھ) ہے۔ ان دونوں کے درمیان کتنا بعد ہے اور علم اور عمل کے ساتھ وہ نفع جو صوفیاء کے طریقوں سے حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفی ہو جاتے ہیں۔ اور اعمال میں کامل آسانی میسر ہو جاتی ہے اور سستی اور کاہلی جو نفس اور شیطان کی جانب سے ہوتی ہے وہ زائل ہو جاتی ہے۔

ع اب یہ کام دولت اور خزانہ ہے تاکہ کسی کو پہنچے

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اولیاء اللہ کی معرفت کے حوالہ سے پہچان لکھی ہے کہ اولیاء کرام کے ذہن وقلب پر اللہ کے تصور میں استغراق اور دل میں محبت اس طرح غالب آجاتی ہے کہ وہ جو کام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتے ہیں اور ان کے لئے اعمال صالحہ آسان ہوجاتے ہیں اور وہ شیطانی وسوسوں سے پیدا ہونے والی کاہلی سے پاک ہوجاتے ہیں۔ اللہ کی توفیق سے علماء شریعت اصحاب مناصب اور افتاء اور قضاء کی حالت بھی ایسی ہوسکتی ہے کہ ان کا ہر قدم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو۔ لہٰذا اصحاب شریعت اور طریقت میں کوئی تفاوت نہیں ہے۔

● چونکہ علماء شریعت سے تعلیم اور تبلیغ اور تصنیف اور افتاء اور قضاء جیسے کام لئے جاتے ہیں، اس لئے دنیا میں انہیں عقیدت مندوں سے دُور رکھا جاتا ہے اور علماء طریقت تزکیہ اور باطن اور قلب کے تصفیہ کا کام لیا جاتا ہے اس لئے لوگوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دی جاتی ہے، اور ان کی طرف لوگ کھنچے چلے آتے ہیں۔ دنیا میں ان کے آستانوں پر ہر وقت لوگوں کا اژدھام رہتا ہے۔ عجیب امر ہے کہ وفات کے بعد بھی علماء شریعت اور علماء طریقت کے مزارات کا یہی فرق قائم رہتا ہے۔ چنانچہ جب ہم بغداد شریف گئے تو علماء شریعت کے سردار حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مزار پر اتنا اژدہام نہیں ہوتا تھا، جتنا اژدہام سیدنا شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ہوتا تھا۔ یہی فرق سیدنا امام محمدؒ اور سیدنا امام ابو یوسفؒ کے مزارات اور سیدنا معروف کرخی اور سیدنا جنید بغدادی کے مزارات کا تھا۔ دنیا میں مدارس اور آستانوں میں عوام کے اجتماع کے فرق اور مزارات پر رونقوں اور لوگوں کے اجتماعات سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ شاید علماء شریعت کی وہ شان اور مرتبہ نہیں جو علماء طریقت کا ہے۔ حالانکہ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو جتنا علمی اور دینی کام علماء شریعت نے کیا اتنا کام علماء طریقت نے نہیں کیا اور علماء کے آستانوں پر علماء کی کثرت ہوتی ہے جبکہ صوفیاء کے آستانوں پر عوام کی کثرت ہوتی ہے۔

● صرف فقہ حنفی کے حوالہ سے دیکھ لیں۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے بعد فقہاء کرام نے جو کام کیا اس کے ساتھ علماء طریقت کے کام کی کوئی نسبت ہی نہیں۔ آج پندرہویں صدی ہجری تک احناف کے علماء کی تصنیفات اور تعلیم وتدریس سے کروڑوں مسلمان استفادہ کررہے ہیں۔ جبکہ علماء طریقت کا کام تصفیہ اور تزکیہ نفس زیادہ تر ان کی اپنی زندگی میں ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ کام باقی نہیں ہوتا بلکہ ہر دور کے علماء طریقت بھی علماء شریعت سے

☆☆☆☆☆ گستاخ رسول کو سر کا خطاب قابل مذمت ہے ☆☆☆☆

پڑھتے رہے اور علماء شریعت کی تصنیف شدہ کتابوں سے استفادہ کرتے رہے، لہٰذا صوفیاء کے کام سے علماء کا کام زیادہ اور باقی رہنے والا ہے پھر بھی علماء کو اولیاء نہ سمجھا جائے تو نہایت بے انصافی ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کسی بڑے بزرگ کا قول ہے: ''اگر علماء اولیاء نہیں ہیں تو پھر کوئی بھی ولی نہیں''

- درمختار میں خلاصہ سے منقول ہے کہ ہمارے احناف کی کتب میں فقط نظر کرنا بغیر سماع تلفظ کے قیام لیل اور شب بیداری میں نوافل پڑھنے سے افضل ہے اور سارے قرآن کے یاد کرنے کی بجائے فقہ کا علم حاصل کرنا افضل ہے اور علم فقہ حسبِ ضرورت حاصل کرنا فرض عین ہے۔ مگر سارا قرآن یاد کرنا فرض نہیں ہے۔ بعض مفسرین کی تفسیر کے مطابق آیت ''وَ مَنْ یُؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا'' میں حکمت سے مراد علم الفقہ اور علم الفروع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسی علم کو خیر کثیر فرمایا۔ (درمختار۔ص:۱۲۲، جلد:۱، مکتبہ دارالباز)
- فتاویٰ شامیہ میں امام بیہقی اور دارقطنی سے روایت کردہ حدیث منقول ہے کہ رحمت عالم جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَا عَبَدَ اللّٰہُ بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِنْ فِقْہٍ وَ لَفَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ وَ لِکُلِّ شَیْءٍ عِمَادٌ وَ عِمَادُ الدِّیْنِ الْفِقْہُ'' (سنن کبریٰ۔ ۱/۱۰۲۔ اور، دارقطنی ۳/۷۹)

(ترجمہ) ''کسی شے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت فقہ پڑھنے کی عبادت سے افضل نہیں ہے اور بے شک ایک فقیہہ شیطان کے لئے ہزار عابد سے زیادہ شدید ہے۔ اور ہر شے کا ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے۔''

غلط فہمی کا ازالہ:

دینی علوم حاصل کرنے والے بعض علماء کو یہ غلط فہمی رہی ہے کہ صرف علم کا حاصل ہونا باعثِ فضیلت ہے، تقویٰ اور گناہوں سے اجتناب نہ ہو بلکہ عبادات بھی نہ کی جائیں تو بھی عالم کے لئے کافی ہے۔ خصوصاً اکثر مقررین علماء نہایت بدعملی کے مرتکب ہوتے ہیں مگر تکبر اور غرور ابلیس سے بھی زیادہ رکھتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ذکر کردہ حدیث سے مراد صرف فقہ کا فن سیکھنے والا مراد نہیں ہے کیونکہ صرف فقہ کے فن کا ماہر بے عمل اور فاسق عالم پر تو خود شیطان مسلّط ہے۔ صرف فنی

☆ بیع صرف: چاندی یا سونے کی بیع چاندی یا سونے کے بدلے میں ☆

فقیہ شیطان کے لئے ہزار عابد سے کیسے اشد ہوسکتا ہے۔ لہٰذا حدیث شریف میں فقیہ سے مراد وہ شخص ہے جو فقہ کے مطابق عمل کرتا ہے اور صاحب تقویٰ اور صاحب ورع ہے۔ کیونکہ علم فقہ وہ معتبر ہے جس کا ثمرہ تقویٰ اور ورع ہو اور جو اللہ تعالیٰ کے قُرب کا باعث ہو اور صرف فنی فقیہ تو خود شیطان ہے، اس کا علم تو دنیا کے حصول کے لئے ہے۔

● احیاء العلوم سے شامی نے نقل کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہے، "وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ" (البقرۃ ۔۲۸۲)۔ "اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ تمہیں علم عطا فرمائے گا" اور حدیث میں ہے، "مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ عَلَّمَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ" (ص:۱۲۲۔ جلد:۱)۔ "جس شخص نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا اللہ تعالیٰ اس کو اُن اشیاء کا علم عطاء فرمائے گا جو وہ نہیں جانتا۔" یعنی کسی علم کے مطابق عمل کرنے سے ایسا علم وہبی عطا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب اور یقین کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔ جس کو علم حقیقت اور طریقت کہا جاتا ہے۔

قارئین ومقالہ نگار حضرات سے گزارش

بعض احباب ہمیں، اخلاقیات، فضائل ومناقب اور اعراس بزرگان دین کی مناسبت سے مضامین، اشتہارات اور بعض مقامات وشخصیات سے جذباتی وابستگی کی مظہر تحریریں اشاعت کے لئے ارسال فرماتے ہیں۔ جبکہ اس مجلّہ کا موضوع فقہ المعاملات ہے۔ لہذا براہ کرم ہمیں فقہ المعاملات سے متعلق مواد ہی اشاعت کے لئے ارسال فرمائیں۔

۲۔ مجلّہ فقہ اسلامی عوامی پرچہ نہیں بلکہ فقہ المعاملات سے دلچسپی رکھنے والے طلبہ واہل علم کا ایک علمی وتحقیقی مجلّہ ہے اس کے اس معیار کو مزید بہتر بنانے کے لئے معیاری مقالات کی ترسیل کی صورت میں آپ کی معاونت ہمارے لئے باعث افتخار ہوگی۔

(مجلس ادارت)

☆ بیع تعاطی: بیع (ایجاب قبول کیے بغیر قیمت دے کر مبیعہ لے لینا) ☆